

تخفیں

(۲)



1988

اپنے کلام میں جگہ جگہ شخصی حوالے لاتا ہے، جن کی مدد سے اس قدر معلومات ہمدست ہوتی ہیں کہ وہ قصیدہ جالیس (من مضافات لکھنؤ) کا رہنے والا ہے۔ تلاشِ معاش میں وہ لکھنؤ پہنچتا ہے، پھر وطن سے نکل کر بنگال اور دکن کی خاک چھانتا ہے، آخر میں ڈھاکہ پہنچتا ہے اور قیاساً وفات وہیں پائی۔

غازی الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ کی مدح سرائی وہ اپنی ایک مثنوی کے ذیل میں کرتا ہے، اور ایک غزل میں بھی۔ دکن پہنچ کر مرہٹہ سردار رگھوجی بھونسلہ سینا دوم والی ناگپور (برار) کی مدح میں قصیدہ فتح ہوشنگ آباد گزراتا ہے۔ ناگپور، مرشد آباد، لکھنؤ، ڈھاکہ کے معززین کی وفات کے قطعات تاریخ کہتا ہے۔ آرزوے وطن آسے بے تاب رکھتی ہے۔ مگر ایک مرتبہ وطن سے نکل کر واپس جانا نصیب نہیں ہوتا۔ پیری کے زمانے کا بکثرت کلام اس کے دیوان میں موجود ہے۔ غریبی کا غم، غریب الوطنی کا غم، بے یاد حق عمر گزرنے کا غم، تیرہ روزی، حب علی رضہ، بتانہ ہندی کی بے وفائی، عشق زنان بازاری، محافل موسیقی میں اس کے کلام کی مقبولیت، سیر گلشن کا غیر معمولی شوق — یہ سب مضامین اس کے کلام میں بکثرت آئے ہیں، اس طرح کہ ان میں بھرپور شخصی رنگ جھلکتا ہے۔

نام کی صراحت، نسبتی ناموں کے ساتھ کئی جگہ دیوان میں آتی ہے:

۱۔ قصاید کے خاتمے پر: "تمت قصاید میر غلام حسین شایق ابن سید فتح علی الرضوی العجایسی عفی اللہ عنہا بمحمدن العربی القریشی و آلہ الهاشمی علیہ و علیہم الصلوٰۃ و التسلیم من اللہ الملک العلیم" (۱/ب)۔

ڈاکٹر نجم الاسلام:

SHOUKAT HUSSAIN
Lecturer
Govt. College Hyderabad

میر غلام حسین شایق ابن فتح علی الرضوی العجایسی تیرہویں صدی ہجری کے ابتدائی نصف کا فارسی شاعر ہے جس کی شاعرانہ سرگرمیوں کی مدت ۱۲۰۹ھ سے لیکر ۱۲۳۶ھ تک تو یقیناً رہی کیونکہ اس مدت کے قطعات تاریخ اس کے غیر مطبوع دیوان یا کلیات میں موجود ہیں، اور ممکن ہے کہ اس کی شاعرانہ سرگرمیاں ۱۲۰۹ھ سے قبل اور ۱۲۳۶ھ کے بعد تک رہی ہوں۔

شایق کا، ایک سو تیرہ اوراق کا ایک فارسی دیوان، موسومہ کلیات شایق (قلمی) انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے جس کی عکسی نقل پیش نظر ہے۔

قصائد، مثنوی، غزلیات، رباعیات اور قطعات تنہیت کے علاوہ اس میں متعدد قطعات تاریخ بھی شامل ہیں اور ان میں میرزا جان طہش تلمیذ درد کا قطعہ تاریخ وفات بھی ہے جس کی وجہ سے اس دیوان کی طرف راقم کی توجہ ہوئی۔ ابھی تک اس دیوان سے استفادہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس پر ایک تعارفی مضمون کا جواز نکلتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں دیوان اور صاحب دیوان کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

(۱)

شایق کا ذکر شعرا کے تذکروں یا ضمنی تذکروں میں نہیں ملتا۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ راقم کی نظر سے نہیں گذرا۔ البتہ وہ

۲۔ مثنوی کے خاتمے پر: "قد تمت میر غلام حسین شایق ابن سید فتح علی الرضوی الجایسی عفی اللہ عنہا بمحمدن القریشی الهاشمی" (۳۵/ب)

۳۔ غزلیات کے خاتمے پر: "قد تمت غزلیات میر غلام حسین شایق ابن سید فتح علی الرضوی الجایسی عفی اللہ عنہا بمحمد العربی و آلہ الامجاد الارشاد الهاشمی القریشی" (۹۹/الف)

۴۔ کلیات کے خاتمے پر: "تمت کلیات میر غلام حسین شایق ابن سید فتح علی الجایسی عفی اللہ عنہا" (۱۱۳/ب)

ان عبارات کے خاتمے میں ایک اشارہ یہ بھی موجود ہے کہ کلیات خود شاعر کا اپنا مرتب کردہ ہے کیوں کہ دوران عبارات وہ اپنے لیے اور اپنے والد کے لیے دعائے غفو (عفی اللہ عنہا) لاتا ہے۔ اب کلام سے وہ اشعار اقتباس کیے جاتے ہیں جن سے شایق کے حالات پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) مثنوی کے سبب تالیف کی ذیل میں وہ اپنے بیٹے کا نام عبدالحسین بتاتا ہے۔ یہ مثنوی جو حکایات نصیحت پر مشتمل ہے اسی کی تعلیم و تربیت کے لیے کہی ہے۔

ولے از پئے خاطر نور عین کہ باشد مسمیٰ بعبد الحسین

(۲) حب علی کرم اللہ وجہہ: قصیدہ حمد اور قصیدہ نعت کے بعد، چھ قصائد منقبتیہ کلیات میں شامل ہیں، ان کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں بھی حمد و نعت کے بعد منقبتیہ مضامین آتے ہیں جن کا آغاز یوں ہوتا ہے:

وصی نبی والی مومنین ہم از علی تا بمہدی دین
غزلیات میں بھی بکثرت یہ مضمون آتا ہے:

ندارم هیچ اعمالی کہ در روز جزا شایق
شفیع خویش گردانم بجز حب علی اعلیٰ (۲۷/الف)
در روز جزا شایق اے مہدی ہادی
با حب تو خواہد ز خدا باغ جنات را (۳۰/الف)
قایم آل عیسا مشکل شایق کشا
اے کہ توی پیشوا صاحب انجیل را (۳۹/الف)
شایق بحب ساقی کوثر بروزر حشر
ہشکام تشنگی چو تمننا کنند شراب (۴۰/ب)
شایق چہ غم ز عصیان در روز حشر ما را
حب علی نماید از بہر من شفاعت (۴۶/الف)
گو چرخ ندارد سر بہبودی شایق
دارم چو بدل حب علی دولتم این است (۴۷/الف)
چون فرو مانم بعصیان ہای خود روز جزا
حب حیدر گویدم من بہر غفران توام (۸۶/ب)
گر ز پہا آفتم ہم محشر خوش بر آرم نعرہ
یا علی دستے کہ من مستی ز مستان توام
شایق سر کے فرو آرد ہم پیش خسروے
بندہ حلقہ بگوش و رو بفرمان توام
شایق بس بودم حب علی
کہ بدل باشد و بیرون نہ برم
چشم بہبودی چو دارم شایق از شاہ نجف
انتظار فیض و جود شاہ مرداں میکشم (۸۷/الف)
بنا علی مشکل کشای پنجم خیر کشا
عقدہ کار مرا ہم می کشودی کا شکے (۹۵/ب)

بود شایق از دست ساقی کوش
تغناے حاجات و مشکل کشای (ب/۹۵)

ایک رباعی میں فریاد کناں کہتا ہے :

خواہم کہ کنم شکایت چرخ بریں
در پیش امام ناس و شاهنشہ دیں

بس بے سروپا نمودہ این سفلہ مرا

ناحق : من شکستہ دارد سر کیں (ب/۱۰۲)

اسی طرح ایک اور رباعی میں کہتا ہے :

اعدا چو سر جدل بر آرند چہ غم احباب اگر سرم گذارند چہ غم
در حشر بود چو دستگیرم حیدر ز اعمال بدم چو سخت دارند چہ غم
(ب/۱۰۰)

زیارت نجف و کربلا و مشہد کی تغنا بھی اس نے کئی

مواقف پر نظم کی ہے۔ قطعات میں کہتا ہے :

خوشا دمی کہ مسافر شوم براہ نجف

ہئے زیارت پر نور بارگہ نجف

رستم بعتبہ والاش و کام دل گیر

شکایتی کنم از چرخ پیش شاہ نجف (ب/۱۰۳)

جان بہ تن تا کے آشنا باشد با غم و درد مبتلا باشد

بگذرد زین جہاں کہ می خواہم خاک من خاک کربلا باشد

(الف/۱۰۳)

مشہد شاہ خراسان در طوس من بہ ہند آہ چہ سازم افسوس

اے خوش آندم کہ بطوفش کردم ہمچو پروانہ بگرد فانسوس

(الف/۱۰۳)

اشعار غزلیات میں بھی یہ تمنا آتی ہے :

شایقا رخت کش از ہند بصحرای نجف

خواہش طوف حرم شہ مرداں کشدم (الف/۸۵)

مطلب : شایق ز شہ کربلا

عفو گنہ شد بطواف ضریح (الف/۵۳)

غرض کہ اپنے دینی خیالات و عقائد اس نے بکثرت نظم کیے

ہیں، اور اس کے اول مرشد آباد اور آخر عمر میں ڈھا کم پہنچنے

میں اس رجحان کو بھی دخل رہا ہوگا۔ تاہم اس کا کلیات تبرّا

سے میرا ہے اور کلام میں جو کچھ دینی جوش ہے وہ حب علی

میں ہے۔

(۲) اپنی غریب الوطنی کا ذکر اس نے اپنے کلام میں

جاہجا بڑے کرب کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے :

شایق کمر ز بہر تلاش معاش بست

دل در سفر نہادہ چو حب وطن کجا (ب/۳۷)

ذوق سفر شد چو ز دل شایقا

دیدن خاک و وطنم آرزو ست (ب/۴۹)

ہم ہوائے سفرے حبر وطن

شایق از دل چور بودیم عبث (د/الف)

کرد آوازہ ز خاک وطنم باز عوس

گشت غارت گر جانم بتک و تاز ہوس (ب/۶۴)

حیف امت کہ در تلاش دنیا

شایق کند از وطن فراموش (ب/۶۵)

دور از وطن فتادہ چو در ماندہ و غریب

باید بحال شایق حیراں خورم دریغ (ب/۷۴)

چون جدا افتادم از خاکِ وطن
صحبتِ یار و عزیزان رفت حیف (۷۴/ب)
عمرے گذشت و دردا، روئے وطن ندیدم
پا در سفر فشاندن چندان نبود لایق (۷۶/ب)
علتے نبود دگر جز بے زری و مفلسی
کین ہم دوری ز خویشاں و عزیزان میکشم (۸۷/الف)
دورم افکنده ست بے برگے چو از خاک وطن
درد بر جان و الم بر دل ز هجران میکشم (۸۷/الف)
ایک پوری غزل اسی مضمون کی ہے اور اس میں وہ غریب
الوطن ہو کر بنگالہ و دکن پہنچنے کا ذکر بھی کرتا ہے، مگر وہاں
بھی فلک سفلم کا شاکہ رہتا ہے:

گشتم آوارہ بصد رنج و محن دورم افتاده ز شهر و ز وطن
میکشد گردش ایام مرا گم بہ بنگالہ و گاہے بدکن
می نگردد بکام دل را داد بیداد ازیں چرخ کہن
زهر ریزد بگلوے دانا سفلم را شکشر و حلوا بدمن
بہر آرایش ہر بے هنرے تاج بر سر کند و حلہ بہ تن
شایقا زین فلک سفلم و دوں شکوہ گر کنم اے و اے بہ من
(۸) بے زری و بد حالی کا شکوہ اور افسردہ خاطری بھی اس
کے کلام میں بہت ہے:

دستان سرائے عشق چہ حوش بودم و کنون
افسردہ خاطر م سر و ذوق کجا
نالیسندم ز جور فلک کے بود روا
زیب کلام تلخ ز شہرین دمن کجا (۸۷/ب)

مفلس بیچارہ کو بے سیم و زر در مانده است
خوان پر غم از برای میہمان بیند بخواب (۸۱/الف)
آرام کجا شایق غم دیدہ ما را
گوشینہ او گشتہ پر از دُر ثمین کاخ (۵۳/ب)
شایق کنوں کہ با کف خالی نشستہ است
کنم کلام خویش بیاران نشان دہد (۵۵/الف)
شایق مثال زین فلک سفلم دون پرست
ہرگز مگو کہ جان و دلم را الیم کرد (۵۸/الف)
چشم طمع از فلکِ دون مدار
در غم دنیا دل پر خون مدار (۵۸/الف)
خواہش بہبودی خود زیہ ہمار
از ہر این سفلم کردوں مدار (۵۸/الف)
باش تنو با سرکم خود شادمان
در پئے حلوا دل مجزوں مدار (۶۱/الف)
افسردگی دہد غم تنہائیم مرا
گو ہم نفس کنم نفسے غمگسار خویش
تدبیرا چہ سود چو تقدیر شد خلاف
بگذاشتم بدست قضا کاروبار خویش (۶۵/ب)
چرخ کج رو را بہ من باشد سلوک
چون بد شمن دشمنی دارد سلوک (۷۸/ب)
ز دست فلک چون بر آیم بچنگ
کہ بس کینہ دارد چو چشم پلنگ (۷۹/الف)
جز غم و درد و الم آہ ندارم بدل
بس کہ ز جور فلک سینہ فکارم بدل (۸۲/ب)

تیرہ چو شد روزگار بر من مسکین غریب
 خوں بچگر شد مداد تا کہ نگارم بدل (۸۲/ب)
 نافرمان شایق ز اینان زماں
 دم چو از عزلت گزینان میزنم (۸۳/ب)
 خانہ سینہ ام تمام وقف الم نموده اند
 اے دل ناز پرورم، جائے تو کو کجا دھم (")
 یار و رفیق و اقربا، کوس رحیل را زدند
 گوش بصوتِ الفراق، آہ کجا کجا دھم (۸۴/ب)
 کس را نیا فتم کہ بدیدم شود شریک
 دیوانہ وار بیکس و تنہا گریستم (۸۵/ب)
 عاجزم عاجز شہا از دست برد روزگار
 رحم کن رحمے کہ از خیل گدایان توام (۸۶/ب)
 محنت و دردے کہ من از روز گاران میکشم
 خجفت از دست تہی درپیش یاران میکشم (۸۷/الف)
 زیدم ترک بزم دوستداران میکنم
 بے سرو سامانم و یارا بداماں میکشم (")
 علتے نبود دگر جز بے زری و مفصلی
 کیں ہم دوری ز خویشان و عزیزان میکشم (")
 بے مہری گردونم باغم ز بس آلودہ
 آید ز برم ہر دم باخون نفس آلودہ (۸۸/الف)
 ایک مکمل غزل جس میں غازی الدین حیدر والی لکھنؤ سے
 استمداد کی گئی ہے، اور جس کا زمانہ ۱۲۲۹ھ اور ۱۲۳۳ھ کے
 مابین ہونا چاہیے (اس میں غازی الدین حیدر کو بادشاہ نہیں کہا

گیا ہے۔ وہ ۱۲۲۹ھ میں مسند نشین ہوئے تھے اور ۱۲۳۳ھ میں
 اعلان بادشاہی کیا تھا) اس دور میں شایق کی پریشان حالی کی
 نظر ہے:
 ہندوے چرخ چو ترکاں بستیزم نازد
 ہر دم از بہر شکستم علم افزاد
 خواہم ار با دل جمعے کہ دے آسایم
 سنگ غرا بسر شیشم دل اندازد
 ورشورم در پے در مان کہ برد تلخی کام
 شہد را سم کند آنکہ بکلویم سازد
 الغرض بہر ہریشانی من شعبدہ ہا
 کہ بہر لحظہ ز نیرنگی خود می نازد
 غافل از داد رس بیخ کن ظلم و جفا
 صاحب عدل کہ دوران بوجودش نازد
 یعنی آن بحر عطا غازی دینہ حیدر
 کہ یہ ذی علم بلطف و بکرم پردازد
 ہم بحال من بیچارہ و خستہ شایق
 گوشہ چشم تطف کد و بنوازد (۸۹/ب)
 (۵) رندی اور آزاد روی بھی اس کے مزاج میں کچھ نہ کچھ
 داخل ضرور ہے۔ اپنے کلام میں وہ خاصا رند مشرب نظر آتا ہے،
 چنانچہ کہتا ہے:
 چشم بتانہ ہند رہ ہوش می زنند
 نوعے کہ تف بترگس شہلا کند شراب (۹۰/ب)
 در محفل یاران کہ شوی شمع شبستان
 اندیشہ چہ شب باشد و پیدا نشود صبح (۹۱/ب)

شوخی دل آرام جوان ملج
 با رخ عذرا لب و لعل مسیم (۵۲/ب)
 شوخم بیک نظر دل تقوی دو نیم کرد
 زاهد بین چه بر دل صید حریم کرد (۵۸/الف)
 دی به نگاہ ز سرم پرده هوش
 منجم عشوه گرے بادہ نوش (۶/ب)
 چه محجوبی ز شایق جان عالم
 برون از پرده آ مردانه می رقص (۶۷/ب)
 ماہ من از با طرب جلوہ نماید برقص
 زہرہ بچرخ بریں باز در آید برقص (۶۸/الف)
 شب ماہ ماہم چو خیزیدہ رقص
 بوجد آمدہ چرخ و گردیدہ رقص
 دل بدست نازنیناں رفت حیف
 در خم زلف پریشان رفت حیف (۷۳/ب)
 گل از باغ وصل تو چیدند یاراں
 ندانم چه در دل ز من خار داری (۹۷/ب)
 عزیزانہ بیکانگاں از وصال
 چرا شایق خویش را خوار داری (")
 وہ بتان ہند کی ہے وفا کی شاکھی ہے :
 بتان ہند چو بوئے وفا نمی دارند
 بودند بہتر ازین ہا نگار چین و چکل
 مدہ بعشق بتان دل ز دست خود شایق
 مشو ز فتنہ این قوم بے وفا غافل (۸۲/الف)

اس کی آزاد روی ان اشعار سے بھی ظاہر ہے :
 شرمندہ ام کہ سبح ایمان چو شد ز دست
 زنار کفر بہر چه بگسیختم عبث (۵۰/ب)
 چوں رہ زن دینم شد جادو نگہ ات اکنون
 با دعویٰ اسلام اقرار نمی باید (۵۷/الف)
 از ملت و از دینم اے شیخ چه می پرستی
 نے گہرم و نے مسلم رندم بحساب الدر (۶۱/ب)
 دارم بہر کسے من از ایناں روزگار
 در خوردہ اختلاطی و رندانہ بے غرض (۶۸/ب)
 مزن زاهد از زہد بیہودہ لاف
 دل از مے بکن ہمچو آئینہ صاف (۷۵/الف)
 بود رندیم ہم ز زہد دروغ
 کہ نباید ز رندان خلاف و گداز (")
 ہم تقویٰ و ہرہیزگاری مناز
 کہ شایق بود رند و مرد مصاف (")
 آخر عمر میں وہ محفل رندان سے کنارہ کش بھی نظر آتا ہے :
 دلا ز محفل رندان سر گراں برخیز
 ز بزم ساقی بے فیض و مطربان برخیز
 چه حال است ازین ہای و ہوی بیہودہ
 بسیر غنچہ و گل سوئے گلستان برخیز
 سیر گلشن کے مضامین بکثرت اور بتواتر اس کے کلام میں
 آتے ہیں۔ ایک پوری غزل گلستان اور فصل بہار کی مدح سرانہ
 میں ہے :

بہار خوش و تازہ در چمن درآمد بنوئے کم ہر شاخ و بن
بیالذ بخود از رہ فخر و ناز بہ نیرنگی لالہ و نسترن
قدم رنجہ فرما سوئے باغ و راغ تماشا کن از غنچہ و یاسمن
نگہ کن سوئے سوسن و رنگ گل شنو نغمہ بلبلان کہن
(۸۷/الف)

بمدح گلستان و فصل بہار سرایند اشعار شیرین سخن
(۸۷/ب)
(۶) عہد پیری کا بہت سا کلام کلیات میں شامل ہے۔ جاہجا
کلام میں پیری کا ذکر کیا ہے :

حسرت نہ خورد شایق از بہر چہ شایق
از شیب بودے شک ہنگام شباب اولی (۳۷/الف)
شور جنون عشق بہ بہر کہن کجا
فصل خزان رسید بہار چمن کجا (۳۷/ب)
پیر شد شایق و تاغم عاشقی از سر نداد
می ندانم کے دگر بخت جوان بیند بخواب (۳۱/ب)
در غمت پشت گر دو تالے من است
آہ پر درد من عصای من است (۳۷/ب)
شایق کہ بعشق تو جوان بود همان است
کو در غم تو پیر کہن شد شدہ باشد (۵۸/ب)
چون پیر شدی شایق از لہو و لعب بگذر
رندی بشباب اندر با آرزو ہوس بہتر (۶۰/ب)
دمے بشایق ہمدرد و خود نوای کش
بدست گیری این پیر ناتوان برخیز (۶۳/الف)

شایقا عہد جوانی شد ز دست
حیف ایام بہاراں رفت حیف (۷۴/ب)
در آیم چون بعشق ماہ روئے با غم و دردش
دریں پیرانہ سالی شایقا طاقت کجا دارم (۸۴/الف)
شایق بدر کن از سر خود رندی و ہوس

افسردہ ز شیب و نشاط شباب کو (۹۱/ب)
(۷) شایق جگہ جگہ اپنے کلام کی مقبولیت کا ذکر تعالیٰ کے
ساتھ کرتا ہے۔ محافل موسیقی میں اس کا کلام گایا جاتا تھا اور
پھلتا پھولتا تھا، اور شعر خوانی کی مجالس میں بھی توجہ اور شوق
سے سنا جاتا تھا، لیکن شہرہ آفاق نہ ہونے کا شاک بھی ہے :

شایقا خوش غزلے می خوانی
دست بر زن بہ دف و چنگ و رباب (۳۲/ب)
شایقا این غزلت شوق فزا
درد ہر پیر و جوان است امشب (۳۳/ب)
شایق غزلت گر بسزاید لب بلب
گزار بوجد آید و ہر خار شود سرخ (۵۳/ب)
تا دادہ ام بعشق وے آرایش سخن
حاشا کہ تا بحشر کلام کہن شود (۵۵/الف)
شایقان کلام نظم را
شعر ہر بوالہوس چہ کار آید (۵۸/ب)
نظم تو بود ورد جان و دل پر دردے
شایق غزلے رنگیں زندان چینی باید (۵۹/الف)
شایقا نظمت بہ بزم مہو شان دلستن
از لب شکر فشان طوطیان گردد لذیذ (۵۹/ب)

شایق نبود گو بہ سخن شہرہ آفاق
کلکش پئے تحریر روانست چہ بسیار (۶۰/ب)
خواند چو نظم شایقا گوید سفیر خوش ذکا۔
شعرم بچرخ شاعری گر دیدہ شعرای دگر (۶۲/الف)
شایق غزلے تازہ سر کن کہ سراید
مرغ دل من ہمرہ مرغان خوش آواز (۶۲/ب)
بذوقش کنند شایق انشا غزل
کہ بلبل بگلشن سراید برقص (۶۸/الف)
مثلت بخوش کلامی شیرین زباں ندیدم
شاید بہند و ایران چین و خطا و زابل (۸۲/ب)
ہسلک نظم من ہنگر کہ ہر طرز سخن دانان
بہم الفاظ و معنی را چہ گوہر وارمی بندم (۸۶/الف)
دیگر ز لبِ مطرب ہشنو غزلے شایق
برخیز و بیا ساقی با بادہ و پیمانہ (۹۴/الف)
(۸) محدوحین :

امراء اور والیان ریاست میں شایق کا محدوح اول مرہٹہ سردار
رگھوجی بھونسل سینا دوم والی ناگپور (برار) ہے، جس کی فتح
ہوشنگ آباد پر شایق نے فارسی میں قصیدہ فتح کہہ کر گزارنا۔
رگھوجی بھونسل دوم مئی ۱۷۸۸ء میں اپنے باپ مادھوجی بھونسل
کے فوت ہو جانے کے بعد ناگپور برار کا والی بنا تھا اور ۲۲ مارچ
۱۸۱۶ء کو فوت ہوا۔ مرہٹوں نے ہوشنگ آباد کو جو بھوپال
کی عملداری میں تھا ۱۸۰۹ء (۱۲۲۰ھ) میں فتح کیا تھا۔ غرض

۱۔ یہ کسی معاصر شاعر کا تخلص ہوگا۔ تذکروں میں اس دور کے
دو شاعر سفیر تخلص کے حامل ملتے ہیں، ایک خواجہ بادشاہ
سفیر لکھنوی، دوسرے جلال بخش سفیر۔

کہ شایق کا یہ قصیدہ ۱۲۲۳ھ ۱۸۰۹ء کا ہے اور وہ اس میں
مداحی کے لوازم سے خاصا عہدہ برآ نظر آتا ہے۔ وہ قصیدہ یوں
شروع کرتا ہے :

سحر ز پردہ شب چوں پروں فتاد ندا
ز سوئے ہاتف غیبی چنین رسید ہما
کہ اے بخواب گراں رفتہ بے خبرتا کے
ہس آستیں ہمزہ درکش و نظر ہنما
کہ وقت طالع منصور بخت و فیروز است
زمانہ شادی احباب و رنجش اعدا
یہ پاسخ چو پس از خیر مقدمش گفتم
ہیما کہ آسندت باد اہلا و سہلا
چہ مژدہ ایست کہ با من باین ترانہ خوش
مثال بلبل نو گشتہ سرود مرا
صلا بگوش دلم زد کہ شد ہوشنگ آباد
بدست صاحب اقبال و سرور والا
ازین سرور چو برخاستم بدل گفتم
کدام صاحب حشمت بود دریں مبدا (۱۰۶/الف)
کہ این چنین باو ابواب فتح مفتوح است
زہ تہمتن اقبال و خوش نصیب رہا
یہ بحر فکر بسے شوط و رشد کہ مگر
بیاورم بکف از نام آن درر یکتا
کہ ناگہ ہاتف غیبی نمود باز صدا
کہ سر بچیب تفکر نمودہ تو چہ

ز نند کوس مظفر لبوای و منصور
بنام ناسی رگھوجی بھونسل سینا (۱۶/ب)
اب وہ مدح کی طرف آتا ہے، لیکن یہ مدح غائب ہے:
مدبرے کہ نہد خلق را ز شرق و ز غرب
کہے ز لطف مسخر کہے بخوف و رجا
دلاورے کہ نہد زین ہم پشت شیر عرب
پٹے شکار وحوش ار رود سوے صحرا
کشاید ار بکمند انگنی دو بازو را
بجملہ برد افراسیاب را از جا
بہادرے کہ ز بیم حسام او رستم
سپر گذارد و بگریزد از صف ہیجا
کشد دوینم مثال خیار بے شک و ریب
زند چو بڑ کمر کوہ تیغ برق آسا
ز شان و شوکت و جاہش چگونہ شرح دہم
برفتش فرسد بسکم فہم و ذہن و ذکا
نشیند ار بسر زین سمند زہرہ جبین
ز فخر و ناز خر آمد بجلوہ لیلای
چہ خوش خرام کوہم سوے مشرق و مغرب
رود بگرم روی زودتر ز یک ہوا (۱۶/ب)
اس کے بعد وہ مدح حاضر کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس سے
اشارہ ملتا ہے کہ شایق کو والی ناگپور کے دربار تک پہنچنے کا
موقع ملا ہوگا، یا کم سے کم اس کی توقع ہوئی ہوگی کہ
معدوح کے سامنے پہنچ کر قصیدہ پیش کر سکے گا۔

ز بس کہ مدح نزیبہ بمضمر و غائب
ثنا بطرز مخاطب بود بسے زیبا
کنون ز شرق طبیعت بر آورم مدلع
کہ مہر وار بود در صفا و در غرا
بجود و فیض تو نسبت دہم چہ حاتم را
کہ اوست جوے سخا و توی سخا
مثال ذات کریم ترا بہ ابر کرم
چہ بس غلط بود و بس خطا و بس بیجا
کہ او بگرید و آنکہ دہد ز قطرہ آب
تو بس بخندی و لعل و کمر دہی بعبا
بہترے کہ ترا شد بلند و فیض رسا
یہ بخششے کہ تو داری بہر امیر و گدا
سزد کہ دست تمنا بہ پیش جود تو باز
کنند قیصر و خاقان چیں صباح و مسا (۱۷/الف)
وہ دعائیہ پر اس قصیدے کو یوں ختم کرتا ہے:
چو اختصار سخن شایقا ز طول کلام
مزین است و بسے خوش نما منت بردانا
کنون سزد کہ بتابی عنان اشہب کلک
بساختی کہ اجابت قربں بود بدعا
بود بعمدہ مریخ تاکم خوں ریزی
ہمیسہ تیغ تو قاتع بود بروز و غا (۱۷/الف)
رسد بگوش احبّا نوید فتم تو، تا
بود بعمدہ زمین بے ستوں فلک برہا (۱۷/الف)

کسی "نواب عمدة الامرا معین الملک اسعد الدولہ" کے لیے شایق نے دو قطعات "در تہنیت عید الفطر" بھی کہے ہیں جن سے وہ کسی طور متعلق رہا ہوگا۔ یہ قطعات تہنیت یوں شروع ہوتے ہیں:

۱۔ امروز بہ من گفت سحر گاہ سروشے

برخیز کہ این روز چہ عید رمضان است

۲۔ صاحباً عیدِ فطر و برکاتش

ہر تو ہر سال و ماہ میمون باد

قطعات تہنیت، کلیات میں تین اور بھی آتے ہیں، جو بالترتیب شب برات، عید نوروز اور عید قربان کے موقع پر کہے گئے ہیں، مگر مریوں کے ناموں کی صراحت کے بغیر۔ ایک قطعہ تاریخ سے جو نواب شمس الدولہ (داماد مبارک الدولہ مرشد آبادی اور برادر خورد نواب نصرت جنگ ناظم ڈھاکہ) کی والدہ کی رحلت پر اُس وقت کہا گیا ہے جب کہ نواب شمس الدولہ ڈھاکہ میں مقیم تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان سے بھی شایق کو توسل رہا ہے:

(۲)

اب ذیل میں کلیات شایق کے مشمولات کا ایک تعارف پیش کیا جاتا ہے:

کلیات قصائد، مثنوی، غزلیات، رباعیات، قطعات اور قطعات تاریخ پر مشتمل ہے۔ اول نو قصیدے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

فی حمد اللہ تعالیٰ: ع نور بخش مہر و ماہ و لولو لالا ستی۔ (۴۳ شعر)

فی نعت سید المرسلین: ع عشق آمد و آورد بخود لشکر غم را۔ (۴۲ شعر)

فی مدح علی مرتضیٰ: ع آمد شبیے بخواب چو آن مایہ دار فیض۔ (۴۰ شعر)

ع چو اردی بگلزار مظہر نماید۔

(۵۶ شعر)

ع در عہد من آسایش و آرام چنان است۔

(۴۳ شعر)

ع اے نور حق ترا نبود ہمسر آفتاب۔

(۳۷ شعر)

ع مسند آرا بحمل چوں شہ خاور باشد۔

(۳۵ شعر)

فی مدح قائم آلِ عباس: ع گلزار شد چو مظہر اردی بنو بہار۔ (۳۵ شعر)

فی شان رکھوجی بھونسل سینا والی ناگپور (اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے)۔

قصائد کے بعد ایک مثنوی آتی ہے، جس میں حمد و نعت کے اشعار کے بعد اس عنوان کے ساتھ غازی الدین حیدر کی مدح ہے:

"در مدح بادشاہ عادل حامل افتخار فرمان روایان ہند و دکھن ابوالمظفر معزالدین غازی الدین حیدر شاہ زمن خلد اللہ ملک و سلطانہ و افاض علینا برہ و احسانہ"۔

اس کے بعد سبب تالیف کی صراحت ہے:

بطبعم چو نظم سخن کرد جا بہ یہودہ گوئی شدم آشنا
بہ بحر قصائد و نہر غزل زدم غوطہ و ہر بجیب و بغل
نمودم بطرز سخن ہر کسے صدف ہائے رنگین و ہر در سے
ز بس فکر ہر فکر رو می نمود سر مثنوی در دل من نبود

کہ دانستہ ہوں ز فکر حزین چہ خیزد کلام خوش و دل نشین
ولے از بے خاطر نور عین کہ باشد مسعی بعد الحسین
دوم از حکایات پس معتبر ز روئے حدیث و ز روئے خبر
بکلیک فصاحت کہ یارم بود نوشتہ مگر یسار گام بسود
امیدم بود از زبان آوران کہ ہر جا کہ بینند سہوے عیان
بہ اصلاح کوشند و ہر شند عیب کہ باشد بنظم از فراز و نشیب
بہر عنوانات ذیل کے تحت وہ حکایات ہیں جنہیں نظم کرنے
کے لیے یہ مثنوی کہی گئی ہے :

- ۱۔ حکایت ظرافت نمودن عمر و خالد ابن ولید با سید اوصیاء و معجل
شدن آنها بجواب شاہ اولیاء علیہ الثنا۔
- ۲۔ حکایت جان بدر بردن مرد سپاہی از کار زار سلامت و جواب
دادن وے بطاعتی بلطافت و ظرافت۔
- ۳۔ حکایت فرماں دے کہ دریے صیدے رفتہ و شب بسرے
دھنئے بسر بردہ و بدعائے شبنم وے متنبہ شدہ۔
- ۴۔ حکایت سفر نمودن حضرت مسیح با دوتن از خاصان و وانمودن
معجزات غریبہ بالیشان۔
- ۵۔ عبور نمودن با ہمراہیان از روئے دجلہ بمعجزہ و ذبح نمودن
مرغان و خور ردن و خورائیدان و باز زندہ کردن آنها را بکرامات
ظاہر و باہرہ۔

- ۶۔ صجرا نوردی نمودن آنحضرت با رفیقان و طلا نمودن تودہ ریگ
را در بیابان۔
- ۷۔ جدا شدن آنحضرت از رفیقان بدل تنگی و رفتن بسوئے شہرے
و فرود آمدن بخاتم بیوہ خار کشے۔

- ۸۔ آمدن پسر بیوہ ہنگام شب و تناول نمودن طعام با آنحضرت از
روئے ادب و ظاہر ساختن دردِ تعشق۔
 - ۹۔ تشفی دادن آنحضرت با آن جوان مبتلا و رہنمائی نمودن بسوئے
مطلب و دعا۔
 - ۱۰۔ لعل و یاقوت نمودن آنحضرت حجر و کلوخ و بردن آن مبتلا
بوجہ مسر بنزد بادشاہ با رسوخ۔
 - ۱۱۔ رفتن حضرت مسیح و عقد بستن آن جوان و نشستن وے بر
تخت و باز گذاشتن سلطنت را باشتیاق رفقت آنحضرت و طلب
حقیقت و معرفت۔
 - ۱۲۔ باز آمدن آنحضرت بموضع کہ تودہ ریگ را طلا نمودہ و از
رفیقان خود جدا شدہ۔
 - ۱۳۔ تشریف آوردن حضرت مسیح بہ بیت المقدس بہ تحلیل و تسبیم
و رحلت نمودن آن رفیق جدید و مغموم و محزون شدن آن
رسول رب المجید علیہ السلام۔
- اس ایک مثنوی کے بعد کلیات میں ۲۱۱ غزلیات، کچھ رباعیات،
کچھ قطعات، اور آخر میں ۲۹ قطعات تاریخ ہیں۔ ان قطعات
تاریخ کے بعد (جو اس کلیات کے تعارف کا سبب بنے ہیں) کلیات
کا خاتمہ ”فاتحہ سید الشہدا و الائمتہ النجباء و الشہدائے کربلا
علیہم الوفاء التحیت و الثنا“ کے عنوان سے ایک قطعے پر ہوتا ہے
جس میں ۳۳ شعر ہیں۔

اب ان منتخب قطعات تاریخ کا ذکر کیا جاتا ہے جو کلیات
کی افادیت کو بہت کچھ بڑھاتے ہیں، یا صاحب کلیات کے ہارے
میں کچھ معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔

پہلا قطعہ تاریخ "چاہ خضر خان - مرشد آبادی" کے بارے میں ہے۔ شایق نے مرشد آباد پہنچ کر اس چاہ کا پانی پیا اور یہ قطعہ کہا جس کے مادہ تاریخ سے ۱۲۰۹ء برآمد ہوتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اس زمانے میں وہ مرشد آباد پہنچ چکا تھا۔

کنڈ چاہے جو چشمہ حیوان خضر خان نیک مرد و نیک صفت شایق آتش جو خورد و خوش بعزہ دید و شیریں بسے ز قند و نبات گفت فی الفور وہ چہ تاریخے "آب چاہش بہ است ز آب حیات"

(۱۲۰۹ء)

دوسرا قطعہ تاریخ کسی نوجوان حافظ قرآن کے بارے میں ہے، جس نے حوض میں ڈوب کر وفات پائی۔

تیسرا قطعہ تاریخ ظاہر کرتا ہے کہ شایق ۱۲۱۱ء میں ناگپور میں تھا۔ اس کی اپنی صراحت ع "کہ یہ بنگالہ و گلہ بدکن" میں بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وطن سے نکل کر اول وہ بگل (مرشد آباد) پہنچا، وہاں سے دکن (ناگپور) اور بعد کے قطعات تاریخ بتاتے ہیں کہ وہ پھر ایک بار بنگال (ڈھا کہ) پہنچتا ہے۔ یہ تیسرا قطعہ تاریخ ناگپور کی مسجد مشاہد بکعبہ سے تعلق رکھتا ہے اور تمام و کمال یہ ہے:

بہادر زمان خان امیرے کبیرے

رضا جوی حق صالحے بے ربائی

بنا کرد مسجد مشاہد بکعبہ

منور سراسر بنور و ضیائی

کہ شب عا ملا یک نماز تہجد

گذارند و دردی بصدق و صفائی

بگویند ہر دم یہ اللہ اکبر

چہ مسجد بود این چہ زیبا بنائی

ز سالش ہمی حسب شایق کہ ناگ

بگوش دلش ہاتفے زد ندائی

بمحراب و سقفش نظر ساز و برکو

"نہاشد چو کعبہ عبادت سرائی"

(۱۲۱۱ء)

مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے توسط سے، جو ناگپور میں قیام پذیر رہے ہیں اور پاکستان آنے سے پہلے ناگپور یونیورسٹی میں صدر شعبہ اردو تھے، راقم کو اس مسجد کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوئیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ یہ مسجد ناگپور کے محلہ تلسی باغ میں واقع ہے اور آج کل مسجد الف الدین کے نام سے مشہور ہے۔ مسجد کا سامنے کا بڑا دروازہ کسی قدر کعبے سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ کالے پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ مسجد کے دروازے کے سامنے جو کتبہ ہے اس پر یہ شعر کندہ ہے:

چہ خوش است این کلام آن قیوم "فادخلوا الباب سجداً" مرقوم ۱۲۱۱ء۔

اس مادہ تاریخ (فادخلوا الباب سجداً) سے جس میں حساب جمل کی ضرورت سے فادخلوا کا الف آخر تحریر اور شمار میں نہیں لایا گیا ہے سنہ ۱۲۱۱ء برآمد ہوتا ہے اور یہی سنہ کتبے پر ہندسوں میں بھی مرقوم ہے۔ یہ شایق کے قطعہ تاریخ سے مطابقت رکھتا ہے۔

پھر پانچ قطعات تاریخ وفات آتے ہیں جو بالترتیب اہلیہ آقا

۱۔ مکتوب جناب عبدالمنان ناگپوری بنام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

صاحب، حیدرآباد سندھ، مورخ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۳ء۔

مرزا ("بدیدہ ہم عالم جہاں شدہ تاریک" ۱۲۱۵ء)، باقر بھائی قوم بھوہرہ ("دریغ" ۱۲۱۵ء)، بابو جی قوم بھوہرہ ("مہر جہاں تاب من شد ز زمن آہ آہ" ۱۲۱۷ء)، سید حسن علی لکھنوی ("مسکن و ماوای او باد بہشت بریں" ۱۲۱۷ء) اور سید غریب اللہ ("آہ غریب" ۱۲۰۸ء) کی وفات پر کہے گئے ہیں۔ نوان قطعہ تاریخ کسی شیخ بہار اللہ منیری کے بستان سرا کی تاریخ بنا ("روضہ بہار" ۱۲۱۹ء) ہے۔ دسواں قطعہ میر خدابخش عظیم آبادی تاریخ شادی کد خدائی ("بہم بستند عقد مہر و مہ را" ۱۲۳۳ء) ہے۔ اس کے بعد متعدد قطعات تاریخ وفات آتے ہیں۔ ان میں، گیارہواں قطعہ "قطعہ تاریخ رحلت میرزا جان تپش شاعر ہندی" ہے جو تمام و کمال یہ ہے:

از قالب عنصر شد چوں جان تپش بیرون

فریاد بہجر او برخاستہ از ہر سو

با فکرِ رسا ہر غم با جان و دل مخزوں

می جست ہمی شایق تاریخ وفات او

ناگہ صدای زد با درد و بکا ہاتف

"حالا بکسوف آمد ماہی سخن اردو"

اس قطعے کے مادہ تاریخ میں حساب جمل کی ضرورت سے کسرۃ اضافت کی جگہ یا اے اضافت کے ساتھ، "ماہی" آیا ہے "آمد" کے مد کو شعار کیے بغیر (جیسا کہ اسی شاعر نے ایک اور مادہ تاریخ میں بھی کیا ہے اور یہی تاریخ گوئیوں کا عام طریقہ ہے) اس قطعے کے مادہ تاریخ سے سنہ ۱۲۳۰ء برآمد ہوتا ہے اور یہی معین سنہ ہے جس میں طپش کی وفات ہوئی۔ کسی اور ذریعے سے یہ سنہ معلوم نہ ہونے کے سبب طپش سے متعلق مقالات اور ادبی

تاریخ وفات مرزا محمد علی لکھنوی میرزا بھٹو

بہرزم کہ خدای خدا بخش تماشا دلکاشی گشت بریا
جہ طہر یاد دل بر لب و لب شہر مردم بنو بہجت افزا
کہ آمد شہر بازہرہ از جہرغ بہرزش شادمان بہر تماشا
جوشاق حیرت کہ خدائی دران بہرزم از ہر ہر پیر و برنا
شہر شہر بازہرہ میگفت بہرستند عقد مہر و مہ را
قطعہ تاریخ رحلت مرزا جان تپش شاعر ہندی

از قالب عنصر شد چوں جان تپش بیرون فریاد بہجر او برخاستہ از ہر سو
با فکرِ رسا ہر غم با جان و دل مخزوں میرزا شایق تاریخ وفات او
ناگہ صدای زد با درد و بکا ہاتف حال دلکاشی گشت بریا
و منہ قطعہ تاریخ وفات حاجی بیگم مادر نواب مس الدولہ بہادر
مادہ عالیہ حاجی بیگم بالار حیرت دکنہ دافنوی

"کلیات شائق" کے ایک صفحے کا عکس

تاریخوں میں اس سلسلے میں اشتباہ چلا آتا تھا۔ شایق کا قطع اس اشتباہ کو پورے طور پر دور کرتا ہے۔

بارہواں قطع مرزا احمد علی لکھنوی کی وفات کا ہے۔ ”دست او در دامن ... بود روز جزا“ سے ۱۲۲۸ سنہ نکلتا ہے۔ تیرہواں قطع حاجی بیگم مادر نواب شمس الدولہ کی تاریخ وفات کا ہے۔ شمس الدولہ نواب مبارک الدولہ مرشد آبادی کے داماد، نواب نصرت جنگ ناظم ڈھاکہ کے برادر خورد تھے اور طیش کے مربی رہے تھے۔ نواب مبارک الدولہ کا داماد بننے کے بعد سے وہ مستقلاً مرشد آباد میں رہے اور نظامت کے کاموں میں دخیل، جس کی وجہ سے کمپنی چاہتی تھی کہ وہ مرشد آباد کا قیام ترک کر دیں، یہاں تک کہ وہ بغاوت کے جرم میں فورٹ ولیم کلکتہ میں طیش کے ساتھ قید کر دیے گئے۔ رہائی کے بعد ان کو پابند کیا گیا کہ ڈھاکہ میں قیام کریں۔ اس قیام ڈھاکہ کے دوران ان کی والدہ نے وفات پائی۔ چنانچہ یہ قطع تاریخ جس میں سنہ وفات ”قصر فردوس بشد مسکن وے“ سے ۱۲۳۲ نکلا گیا ہے اور اسی کے ساتھ اگلا قطع کہ اس میں بھی ایک اور بحر میں ”حاجی بیگم مادر نواب ممدوح“ کی تاریخ ارتحال م بگفتا ”بخلد بریں جاے وے شد“ کہی گئی ہے، ظاہر کرتے ہیں کہ شایق اس خاندان سے کسی نہ کسی صورت میں توسل رکھتا تھا۔ ”نواب ممدوح کی صراحت سے بھی شایق کے متوسل ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے اور یہ بھی کہ شایق کا اس وقت ڈھاکہ میں قیام تھا۔

پھر ڈھاکہ کے دیگر متعدد عمائدین کے قطعات تاریخ ارتحال آتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ ہادی علی خاں (ہاتفی گفت از سر درد و بکا و ای شد ہادی علی خاں زین جہاں ۱۲۳۳ھ) ،

محمد ہادی خان والد مرزا احمد بیگ (ع) ”در خلد بریں منزل او“ رضوان گفت۔ ۱۲۳۴ھ۔ ان کا ذکر و قائع عبدالقادر خانی میں ڈھاکہ / مرشدآباد کے حالات میں آتا ہے، احمد اللہ خان تاجر (تین قطعات۔ پہلے میں ”بفردوس آمد بہشتی جوانے“ سے تاریخ ۱۲۳۴ھ نکالی ہے۔ دوسرے قطعے میں دل کے عدد ۳۴ کے تعمیے کے ساتھ اس بیت تاریخ سے سنہ نکالا ہے۔ بحب نبی جا بیابی بیا۔ بدار جناب احمد اللہ خاں۔ تیسرا قطعہ ”تاریخ ذو جہتین“ ہے کہ اسکے مادہ تاریخ ”ہزار و دوصد و سی و چہار ہجرت بود“ میں سنہ ملفوظ بھی ہے، حاجی حیدر تاجر (کہ بتجارت جہاز اشتغال داشت۔ دو قطعات۔ پہلے قطعے میں ”در خلد بریں منزل او“ سے ۱۲۳۴ھ نکالا ہے۔ دوسرے قطعے میں سنہ کے مادہ تاریخ کے ساتھ جو مصرع ثانی ہے، مصرع اول میں تاریخ اور مہینہ ملفوظ ہے) میاں عزیز جہانگیر نگری (”عزیزی بمصر عدم شد مسافر“ ۱۲۳۵ھ) ، بی بی جانی (تخرج کے ساتھ تاریخ کہی گئی ہے ادخلی جنت بی بی جانی) ، مادر امیر جیون (”قصر فردوس شدہ مسکن وے“ ۱۲۳۵ھ)۔ ان قطعات کے درمیان میں ایک ”قطعہ تاریخ تولد خلف میر نوازش“ بھی آتا ہے جس میں ”بخت او بیدار بادا“ سے سنہ ۱۲۳۴ھ نکالا ہے۔

اور اب آخری چار قطعات تاریخ، جو سب کے سب وفات کے قطعات تاریخ ہیں ان میں چھیسواں قطعہ مرزا احمد علی برادر منشی مرزا کاظم علی کی وفات پر کہا گیا ہے ”بخلد مسکن او شد بحب آل عبا“ اس کا مادہ تاریخ ہے جس سے ۱۲۳۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ پھر ستائیسواں ”قطعہ تاریخ تعمیہ وفات عصمت اللہ ابن عبدالقادر خاں جائسی“ ہے۔ ع از سر درد و ہکا ”وایے غریب“

وایے غریب کے اعداد (۱۲۲۹) میں سر درد و ہکا کے اعداد (۶) جمع کرنے سے مطلوب سنہ ۱۲۳۵ھ ملتا ہے۔ اٹھائیسویں قطعے میں مشہور شیعہ عالم اور مجتہد سید دلدار علی لکھنوی کی وفات پر کہا گیا ہے جن کا ذکر تذکرہ علمائے ہند میں آتا ہے۔ یہ جابجی کے قریب قصبہ نصیرآباد میں پیدا ہوئے تھے اور لکھنؤ میں ۱۲۳۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی تاریخ وفات شایق نے ”مہ تابان ہدایت بکسوف آمدہ حیف“ سے نکالی ہے جس سے ۱۲۳۵ھ برآمد ہوتا ہے۔ آخری اور ۲۹ واں قطعہ بعنوان ”قطعہ تعمیہ وفات سید حسن بخش کہ در عشرہ مجرم ۱۲۳۶ ہجری واقع شدہ“ ہے۔ سید حسن بخش کا ذکر ڈھاکہ کے عمائدین کے ذیل میں وقائع عبدالقادر خانی میں آتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ نواب سید زین الدین علی خاں مخاطب یہ بلند اقبال ناظم مرشدآباد (پسر ناصرالدولہ، بیر جنگ اور نبیرہ مبارک الدولہ) سے بھائی چارہ رکھتے تھے اور فقہ امامیہ کے مسائل جزئیہ پر بے حد توجہ تھی۔ شایق نے تعمیے کے ساتھ ان کی تاریخ وفات یوں نکالی ہے: دامن حسنین در دست آر و گوی

یا شہید کر بلا محشور باد

مصرع ثانی سے ۱۱۳۲ برآمد ہوتے ہیں، ان میں دامن حسنین یعنی حرف آخر ”ن“ کے عدد دو بار لے کر ملائے سے ۱۲۳۶ھ حاصل ہوتا ہے۔ یہ سب مادہ ہائے تاریخ ظاہر کرتے ہیں کہ شایق کو تاریخ گوئی سے خاصا شغف تھا۔

قطعات تاریخ کے اس تعارف پر مضمون ختم کیا جاتا ہے۔

